تاثرات

۲۲ تا ۲۴ فروری ۱۹۷۴ء لاہور میں اسلامی ممالک کے سربراہوں کی جو عظیم الشان کانفرنس ہوئی وہ نہ صرف لاہور اور پاکستان بلکہ تمام عالمِ اسلامی کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے ۳۷ اسلامی ملکوں کے بادشاہ، صدر اور وزیر، تحریکِ آزادیٔ فلسطین کے قائد اور عرب لیگ، رابطۂ عالمِ اسلامی اور موتمر عالمِ اسلامی کے نمائندے اس کانفرنس میں شریک ہوئے اور اسرائیلی جارحیت اور اس کے اثرات کو ختم کرنے اور اسلامی ممالک میں اقتصادی روابط کو ترقی دے کر اسلامی اتحاد کو مستحکم تر بنانے کی مؤثر عملی تدابیر اختیار کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ اپنی نوعیت کی سب سے بڑی اسلامی کانفرنس تھی جو نہایت کامیاب ہوئی اور اس میں شک نہیں کہ اس کانفرنس کا برمحل انعقاد اور اس کے اجلاسوں کی کامیاب صدارت وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی بصیرت اور فہم و فراست کا بین ثبوت ہے۔

اسلامی سربراہوں کی پہلی کانفرنس مسجدِ اقصیٰ کو جلانے کے المناک واقعہ کے بعد ستمبر ۱۹۶۹ء میں مراکش کے دارالحکومت رباط میں منعقد ہوئی تھی جس میں ۲۴ اسلامی ملک شریک ہوتے تھے۔ اس کے بعد مارچ ۱۹۷۲ء میں جدہ میں اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی تیسری کانفرنس ہوئی جس میں شرکت کرنے والے ۳۰ ملکوں نے اسلامی ممالک کی تنظیم کے لیے ایک منشور منظور کیا اور اسلامی سکریٹریٹ کا قیام عمل میں آیا۔ "جنگِ رمضان" یعنی اکتوبر ۱۹۷۳ء میں عربوں اور اسرائیل کی جنگ کے پیدا کردہ حالات کے پیشِ نظر مشرقِ وسطیٰ کے مسائل کو کامیابی سے حل کرنے کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ اسلامی دنیا متحد و متفق ہو کر موثر اقدامات کرے، چنانچہ اسلامی ممالک کی تنظیم کے منشور کے مطابق پاکستان کی تحریک اور سعودی عرب کے تعاون سے لاہور میں اسلامی سربراہوں کی دوسری کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کانفرنس کا بنیادی مقصد مشرقِ وسطیٰ کے مسائل کا حل تلاش کرنا تھا۔ اس میں باہمی اختلافات زیرِ بحث نہیں لائے گئے۔ میزبان ملک ہونے کی بنا پر پاکستان نے خود اپنا کوئی مسئلہ پیش نہیں کیا اور بنگلہ دیش کی

علاحدگی کو جو ہماری تاریخ کا ایک المناک ترین سانحہ اور نہایت تلخ حقیقت ہے، تسلیم کر لیا۔ نو آزاد افریقی ممالک نے بھی اس کانفرنس میں نمایاں حصہ لیا اور چھ ملک اسلامی تنظیم کے نئے رکن بنائے گئے۔ اس کانفرنس میں تنظیم آزادیِ فلسطین کی اہمیت بھی پوری طرح محسوس ہوئی اور اس کی نمائندہ حیثیت تسلیم کر لی گئی۔

مختلف ملکوں کے رہنماؤں کی تقریریں فکر انگیز، فیض آفریں اور اسلامی اخوت کی مظہر تھیں حقیقت یہ ہے کہ اسلامی اخوت مسلمانوں کا جزوِ ایمان ہے اور یہ جذبہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ موجودہ صدی کے آغاز میں سامراجی ممالک نے اپنے مذموم مقاصد کی خاطر اسلامی اخوت اور بین الاسلامی اتحاد کو ختم کرنے کے لیے نہایت منظم کوششیں کیں اور مسلمانوں میں مغربی تصورِ قومیت اور رنگ و نسل اور زبان و وطن کے تعصب پر مبنی نظریات کی اشاعت کر کے ان کی دینی و ملی وحدت کو شدید نقصان پہنچایا۔ لیکن یہ غیر اسلامی رجحانات رفتہ رفتہ ختم ہو رہے ہیں اور ان کے تباہ کن نتائج نے مسلمانوں کو اسلامی اتحاد و اخوت کے رشتے مضبوط کرنے پر پھر متوجہ کر دیا ہے۔ اب اس اتحاد کو مستحکم تر بنانے کی مفید و موثر تدبیریں اختیار کرنا وقت کا ایک اہم ترین تقاضا ہے جسے اس کانفرنس میں بخوبی محسوس کیا گیا۔ چنانچہ وزیر اعظم بھٹو نے اپنے صدارتی خطبے میں اور صدر بومدین اور صدر قذافی نے اپنی تقریروں میں خاص طور پر اس بات پر زور دیا کہ اسلامی ملکوں کے درمیان روحانی رشتہ کو مضبوط تر کرنے کے لیے مادی رشتوں اور بالخصوص اقتصادی تعاون کو فروغ دیا جائے تاکہ تمام اسلامی ملک اپنی اقتصادی حالت کو درست کر کے اسلامی دنیا کو ناقابلِ تسخیر قوت بنا دیں۔

سیاسی اور اقتصادی مسائل کے بارے میں کانفرنس نے متفقہ طور پر قرار دادیں منظور کیں اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام مقبوضہ عرب علاقوں کو اسرائیل سے واپس لینے اور فلسطینیوں کو ان کے غصب شدہ حقوق واپس دلانے کے لیے ہر قسم کے عملی اقدامات کیے جائیں اور بیت المقدس کو اسرائیل کے قبضے سے آزاد کرا کے اس پر عربوں کی حکومت بحال کی جائے۔ جن اسلامی ممالک میں تنظیم آزادیِ فلسطین کے دفتر نہیں ہیں وہاں اس کو اپنے دفاتر قائم کرنے کی تمام سہولتیں دی جائیں۔ اسلامی تنظیم کے رکن ممالک استعماریت کے خلاف اہلِ افریقہ کی جدوجہد کی حمایت کریں اور جن رکن ممالک کے اسرائیل سے تعلقات قائم ہیں وہ ان کو منقطع کر کے اسلامی اتحاد کا ثبوت دیں۔ ایک قرار داد میں اسرائیل کی امداد کرنے

والے ممالک کی شدید مذمت بھی کی گئی۔

کانفرنس کے اختتام پر ۲۵ فروری کو ایک اعلان جاری کیا گیا جسے اسلامی ممالک کے لیے غیر معمولی اہمیت کا حامل منشور کہنا درست ہو گا۔ اس میں یہ واضح کیا گیا کہ اسلام مسلمان قوموں کے درمیان ناقابلِ شکست رشتہ ہے۔ مسلمان قوموں کے اتحاد اور یک جہتی کی بنیاد دوسری قوموں سے دشمنی نہیں ہے بلکہ یہ اتحاد مساوات، اخوت اور احترامِ انسانی کے مثبت اور لافانی تصورات اور رنگ و نسل اور ظلم و استحصال کے خلاف جدوجہد پر مبنی ہے۔ اس اہم تاریخی اعلان میں اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ مسلمان حکمران، اسلامی ملکوں کے درمیان یک جہتی کو فروغ دیں گے اور اس کا تحفظ کریں گے۔ ایک دوسرے کی آزادی اور علاقائی سالمیت کا احترام کریں گے۔ ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ آپس کے اختلافات پرامن طور پر برادرانہ جذبہ سے طے کریں گے اور جہاں کہیں بھی ممکن ہو گا اس مقصد کے لیے برادر مسلم ملک یا ممالک کی مصالحانہ کوششوں سے استفادہ کریں گے یا ثالثی کے لیے ان کی خدمات حاصل کریں گے۔

اس اعلان میں اسلامی ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون کو ترقی دینے، ان کے قدرتی وسائل پر خود ان کی بالادستی قائم کر کے ان کو ہر قسم کے معاشی استحصال سے محفوظ رکھنے، ترقی یافتہ ملکوں سے تجارت اور خام مال اور مصنوعات کی قیمتوں میں زبردست تفاوت دور کرنے کے اصول مرتب کرنے اور موجودہ اقتصادی مشکلات حل کرنے میں ترقی پذیر ملکوں کو مدد دینے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ اور اس مقصد کے تحت آٹھ ملکوں کے ماہرینِ اقتصادیات پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جو اسلامی ممالک میں غربت، بیماری اور جہالت کے انسداد اور ان کی اقتصادی ترقی و خوشحالی کی تجاویز مرتب کر کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں پیش کرے گی۔ یہ کانفرنس بہت جلد منعقد ہونے والی ہے۔

کانفرنس کے فیصلوں اور اعلان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامی ممالک اتحاد و تعاون کے ایک اہم دور میں داخل ہو گئے ہیں اور لاہور میں تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز کیا گیا ہے عجب نہیں کہ یہ اسلامی کانفرنس اسلامی دولتِ مشترکہ کا سنگِ بنیاد بن جائے اور سنہ ۱۹۴۰ کی قراردادِ لاہور کی طرح سنہ ۱۹۷۴ کا اعلانِ لاہور بھی اسلامی تاریخ میں مستقل اہمیت حاصل کرے۔

(مدیر)